یہ حالات بھی بدل جائیں گے

سراج الدین ندوی

ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ مجھے کوئی ایسا جملہ لکھ کر دو جسے پڑھ کر میں آسودگی اور اطمینان حاصل کرسکوں۔ وزیر نے حکم کی تعمیل کی اور بادشاہ کو جملہ لکھ کر دیا۔ ”یہ حالات بھی بدل جائیں گے۔“ آدمی اگر غم، تکلیف، پریشانی، حادثہ، بیماری اور دکھ کے عالم میں اگر یہ جملہ پڑھے گا تو آدمی کو بہت حوصلہ ملے گا۔ اس لیے کہ رنج اور غم ایسی کیفیات ہیں جو ہمیشہ باقی نہیں رہتیں۔ تکلیف، پریشانی، تنگ حالی ہر وقت آدمی کے ساتھ نہیں لگی رہتیں، بلکہ حالات بدلتے رہتے ہیں۔ غم کے ان حالات میں اس جملے سے آدمی کی ڈھارس بندھتی ہے۔ اگر وہ اس جملہ کو خوش حالی اور مسرت کے مواقع پر پڑھے گا تو اس کے اندر غرور اور تکبر پیدا نہیں ہوگا۔ وہ یہ سمجھے گا کہ خوشی کے دن بھی جاسکتے ہیں اور میں غم سے دوچار ہوسکتا ہوں۔ میری یہ خوش حالی تنگ حالی سے بھی بدل سکتی ہے۔ اس جملہ کو سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اس نے وزیر کو بہت سا انعام دیا۔ لیکن اس سے بہتر وہ بات ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ”مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ جب کہ ایسا مومن کے علاوہ کسی اور کے لیے نہیں ہے۔ اگر اسے آسودہ حالی ملتی ہے اور اس پر وہ شکر کرتا ہے، تو یہ شکر کرنا اس کے لیے باعث خیر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی تنگی لاحق ہوتی ہے اور اس پر صبر کرتا ہے، تو یہ صبر کرنا بھی اس کے لیے باعث خیر ہے۔“ (مسلم)

انسان کی زندگی میں دو ہی حالات پیش آتے ہیں۔ یا تو اسے رنج و غم اور فکرو پریشانی لاحق ہوتی ہے یا اسے کوئی خوشی اور نعمت ملتی ہے۔ دونوں حالتوں سے انسان بار بار گزرتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا گیا: ”ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ و تلک الایام نداولہا بین الناس۔ و لیعلم اللہ الذین امنوا و یتخذ منکم شہداء۔ و اللہ لا یحب الظالمین“ (آل عمران۔ 140) (اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پاچکے ہیں اور یہ دن ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کرادے اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمادے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔) یعنی زمانہ اور ایام بدلتے رہتے ہیں۔ جس طرح پانی کا ڈول کبھی بھر جاتا ہے اور کبھی خالی ہوجاتا ہے، اسی طرح انسان کبھی خوشی پاتا ہے اور کبھی غم سے دوچار ہوتا ہے، عربی زبان میں اس کیفیت کو ”تداول“ کہتے ہیں۔ چنانچہ دونوں حالتوں کو قرآن و حدیث میں مختلف اسالیب میں بیان کیا گیا ہے۔

پہلی حالت جس میں انسان کو کوئی گزند اور تکلیف پہنچتی ہے، اسے کوئی نقصان اٹھانا پڑتا ہے تو اس کو یہ کہہ کر حوصلہ دیا گیا ہے: ۔ان اللہ مع الصابرین۔ (البقرہ) یعنی جولوگ مصائب پر صبر کرتے ہیں اور وہ گھبرا کر اللہ کا در اور دامن نہیں چھوڑتے، اس سے ناامید و مایوس نہیں ہوتے، اپنی محرومیوں کا گلہ شکوہ نہیں کرتے، اللہ ان کے ساتھ ہے۔ مصیبت زدہ انسان اگر اپنے پورے شعور کے ساتھ یہ یقین کرے اور اس پر ایمان رکھے کہ اس کے ساتھ اللہ ہے تو اسے کس قدر سکون و طمانیت حاصل ہوگی اس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ انسان ذرا سوچے وہ اللہ جو ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ اللہ جو تمام خزانوں کا مالک ہے۔ وہ اللہ جو اس سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ وہی اللہ آج اسے حسب استطاعت تکلیف دے کر آزمارہا ہے تو کیا ہوا؟ اس نے میرے اوپر بے پناہ عنایات بھی کی تھیں اور پھر وہی ان تکالیف کو دور کرنے والا ہے، اگر میں ثابت قدم رہا تو وہ اس تکلیف کو برداشت کرنے کا بھی مجھے اجر عطا فرمائے گا۔ یہ ایمان و یقین اس کو چٹان جیسا حوصلہ عطا کرے گا، اسی بات کو مولانا عامر عثمانیؒ نے اس طرح کہا ہے:

آزمائشیں اے دل سخت ہی سہی لیکن
یہ نصیب کیا کم ہے کوئی آزماتا ہے

صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، بلکہ اس نے صبر کرنے والوں کو بشارت و خوش خبری سنائی ہے۔ ”اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے، تو کہیں کہ: ”ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے“ انہیں خوش خبری دے دو۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔“ (البقرہ 155 تا 157)

قرآن میں متعدد مقامات پر صبر کی تلقین کی گئی ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ حالات کتنے ہی خراب اور کربناک ہوں، اگر تم صبر کروگے تو کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر سے کام لو، باطل پرستوں کے مقابلہ میں پامردی دکھاؤ، حق کی خدمت کے لیے کمربستہ رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔“ (آل عمران۔ 200) اس آیت میں نہ صرف صبر کرنے کی بات کہی گئی ہے بلکہ ایک دوسرے کو بھی صبر کی تلقین کا حکم دیا گیا ہے۔ کبھی کوئی اجتماعی مصیبت آجاتی ہے، جس میں پوری انسانی آبادی مبتلا ہوجاتی ہے، کبھی پورا خاندان متاثر ہوتا ہے، ایسی صورت حال میں ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کرنا چاہئے اور خود بھی صبر کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ صبر کرنے والوں کو دنیا میں بھی کامیابی ملتی ہے اور آخرت میں ان کو بڑے اجر سے نوازا جائے گا۔

صبر کی اعلیٰ ترین مثالیں ہمیں سیرت نبوی ﷺ اور سیرت اصحاب رسول میں ملتی ہیں۔ ان پاک نفوس نے اپنے مشن کی راہ میں آنے والی مشکلات کو انگیز کیا، اپنے سفر کو جاری رکھا، ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے غافل نہیں ہوئے، کبھی طوفان سے نہیں ڈرے، کبھی لشکر سے خوف نہیں کھایا۔ کبھی مایوس نہیں ہوئے بلکہ حق کے راستے میں سب کچھ برداشت کرتے ہوئے جمے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ بھی بشارت دی کہ اگر تم تقویٰ کی روش پر قائم رہے اور تم نے صبر کیا تو اللہ تمہارا اجر ضائع نہیں کرے گا اور اللہ تمہارے لیے راہیں نکال دے گا۔ چنانچہ فرمایا گیا: ”انہ من یتق و یصبر فا اللہ لا یضیع اجر المحسنین“ (یوسف۔ 90) بیشک جو پرہیزگاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ اور دوسری جگہ فرمایا گیا۔ و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا، و یرزقہ من حیث لا یحتسب۔ و من یتوکل علی اللہ فہو حسبہ۔ ان اللہ بالغ امرہ۔ قد جعل اللہ لکل شیئ قدرا جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو جو اللہ پر بھروسا کرے اس کے لیے وہ کافی ہے اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کررکھی ہے (سورہ طلاق۔ 3،4)

اللہ کے رسول ﷺ نے مکی دور میں جب کلید بردار کعبہ طلیحہ سے چابی مانگی تو اس نے دینے سے انکار کردیا لیکن آپؐ نے صبر کیا اور طلیحہ سے کہا: ”اے طلیحہ ایک دن وہ آئے گا جب یہ چابی ہمارے ہاتھ میں ہوگی اور ہم جسے چاہیں گے دیں دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مکہ فتح ہوا، چابی آپ کے سپرد کردی گئی، آپؐ نے طلیحہ کو وہ دن یاد دلایا اور کہا آج ہم جسے چاہیں یہ چابی دے سکتے ہیں لیکن آپؐ نے وہ چابی ان ہی کو واپس کردی اور کہا کہ اب قیامت تک یہ چابی تمہارے پاس رہے گی۔“ آج بھی وہ چابی حضرت طلیحہؓ کے خاندان کے پاس ہے۔

انسان جب پریشانیوں اور مصیبتوں میں صبر کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کو کامیابی عطا کرتا ہے۔ آج مسلمان جن پر آشوب دور سے گزر رہے ہیں اگر وہ صبر کا مظاہرہ کریں گے تو یہ حالات بدل جائیں گے۔ صبر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان خوف زدہ و دہشت زدہ ہوکر گھر میں بیٹھ جائے۔ بلکہ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ خراب حالات میں بھی اپنے سفر کو جاری رکھا جائے، اصلاح و دعوت کا کام کرنے والے کام کرتے رہیں، سماج سے غربت و جہالت کو مٹانے والے اپنے کام پر لگے رہیں، معاشرہ میں خیر و فلاح کے داعی لوگوں کو پکارتے رہیں۔ چاہے اس کے عوض انہیں پابند سلاسل کیا جائے خواہ ان کے کاروبار کو نقصان پہنچایا جائے، ان کے مکانوں کو بلڈوز کیا جائے۔ اگر وہ ہمت نہیں ہاریں گے اور پامردی کے ساتھ کھڑے رہیں گے تو آزمائشوں کے یہ طوفان ان کے صبر سے ٹکرا کر اپنا راستہ بدلنے پر ضرور مجبور ہوں گے۔

دوسری بات جو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمائی کہ اگر تمہیں خوش حالی مل جائے تمہارے حالات ساز گار ہوجائیں تمہیں قوت و اقتدار نصیب ہوجائے تو غرور و تکبر کے بجائے اپنے رب کا شکر بجالاؤ۔ اس کی تسبیح بیان کرو، اس کے احسان مند رہو چنانچہ اللہ تعالیٰ جہاں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے وہیں شکر کرنے والوں کو مزید نعمتوں سے نوازتا ہے، لیکن کفران نعمت پر سخت عذاب میں بھی مبتلا کر دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ ”لئن شکرتم لازیدنکم و لئن کفرتم ان عذابی لشدید“ (ابراہیم۔ 7) اگر تم میرا شکر ادا کروگے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا اور اگر تم ناشکری کروگے تو میرا عذاب سخت ہے۔

9897334419

کیا ملک کو بلڈوزر عذاب سے نجات ملے گی؟

سہیل انجم

پہلے یہ چند منتخب واقعات ملاحظہ فرمائیں:

اپریل 2022 میں جب دہلی کے جہانگیر پوری علاقے میں ہندوؤں کی ایک شوبھا یاترا کے دوران ایک مسجد کے سامنے ہنگامہ آرائی کی گئی تو مقامی مسلمانوں نے اس پر احتجاج کیا۔ مسلمانوں پر پتھراؤ کا الزام لگایا گیا اور اس کے بعد میونسپل کارپوریشن نے بہت سے مکانوں اور دکانوں کو غیر قانونی قرار دے کر منہدم کر دیا۔ اس کارروائی کو روکنے کے لیے سپریم کورٹ سے فریاد کی گئی اور اس وقت کے چیف جسٹس این وی رمنا اور جسٹس کرشن مراری اور ہیما کوہلی کی بینچ نے اس پر روک لگائی اور ضوابط کی پابندی کے بغیر انہدامی کارروائی کو غلط قرار دیا۔ بائیں بازو کی رہنما برندا کرات نے جب بلڈوزر کے سامنے کھڑے ہوکر اسے روکنے کی کوشش کی تو کہا گیا کہ ہمیں فیصلے کی کاپی نہیں ملی ہے۔ بالآخر فیصلے کی کاپی فراہم کی گئی اس کے بعد انہدامی کارروائی رکی۔ تب تک درجنوں دکان مسمار کر دی گئیں جن میں چند غیر مسلموں کی بھی تھیں۔ گزشتہ سال اگست میں ہریانہ کے نوح علاقے میں ہندوؤں کی ایک مذہبی یاترا کے دوران تشدد کے بعد انتظامیہ نے پانچ روز تک انہدامی کارروائی چلاتے ہوئے 1208 عمارتوں اور ڈھانچوں کو مسمار کر دیا۔ تقریباً تمام املاک مسلمانوں کی تھیں۔ محمد شہود نامی ایک شخص کی 4000 سے زائد مربع فٹ نجی زمین پر تعمیر 18 دکانوں کو بھی غیر قانونی قرار دے کر منہدم کر دیا گیا۔ جن میں 14 مستقل عمارتیں تھیں اور میڈیکل اسٹور اور پیتھ لیب بھی تھے۔ جبکہ عدالت کی جانب سے اس کارروائی پر روک لگادی گئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود جب انہدامی کارروائی عمل میں لائی گئی تو چنڈی گڑھ کورٹ نے اس پر سخت ریمارکس دیے۔ گزشتہ سال پریاگ راج (الہ آباد) میں ایک سماجی کارکن جاوید محمد کے مکان کو غیر قانونی قرار دے کر منہدم کر دیا گیا۔ حالانکہ وہ مکان ان کے نہیں بلکہ ان کی والدہ کے نام تھا۔ ان کا قصور یہ تھا کہ وہ اور ان کی بیٹی نے سی اے اے کے خلاف احتجاج میں سرگرم حصہ لیا تھا اور جب بی جے پی رہنما نوپور شرما نے پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی کی تھی تو الہ آباد میں اس کے خلاف نکلنے والے مظاہرے میں وہ شامل تھے۔ موجودہ سال میں دہلی میں ایک مسجد، اتراکھنڈ میں ایک مدرسہ، آسام میں بنگالی بولنے والے ہزاروں مسلمانوں کی جھونپڑیوں، مدھیہ پردیش میں بیف کی اسمگلنگ کے الزام میں 11 مکانات، راجستھان کے ادے پور میں ایک ہندو ساتھی کو چاقو مارنے والے ایک مسلم طالب علم کے کرائے کے مکان اور مدھیہ پردیش کے چھترپور میں ایک مقامی کانگریس رہنما کی کروڑوں کی حویلی کو غیر قانونی قرار دے کر مسمار کر دیا گیا۔ آسام میں مسلمانوں کے متعدد مکانات اور مدارس کو غیر قانونی قرار دے کر ڈھا دیا گیا۔ جولائی میں مہاراشٹر کے کولہاپور میں انتظامیہ نے مسلم ملکیت والی 60 سے 70 املاک کو بلڈوز کر دیا جس پر بامبے ہائی کورٹ نے ناراضگی ظاہر کی اور اس کارروائی کو روک دینے کا حکم دیا تھا۔ چند روز قبل اتراکھنڈ کے مقام لسکر میں ایک مسجد کو غیر قانونی قرار دے کر منہدم کر دیا گیا۔ اس مسجد کے خلاف ہندوتوادی تنظیم ہندو جاگرن منچ کی جانب سے مظاہرے کیے جارہے تھے۔ مقامی مسلمانوں کا کہنا ہے کہ مسجد غیر قانونی نہیں ہے۔ ان کے پاس اس کی ملکیت کے کاغذات ہیں لیکن پولیس اور کارپوریشن کے عملے نے ان کاغذات کو دیکھنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی۔ اس سے قبل اتراکھنڈ کے شملہ میں ایک قدیم مسجد پر بنی اضافی منزلوں کو غیر قانونی قرار دے کر زبردست ہنگامہ کیا گیا۔ پولیس اور ہندو تنظیموں کے درمیان تصادم ہوا اور کئی پولیس والے زخمی ہوئے۔ بالآخر مقامی مسلمانوں نے اضافی منزلوں کو از خود مسمار کر دینے کی پیشکش کر کے معاملے کو ٹھنڈا کیا۔ ممبئی کے کچی بستی کے علاقے دھاراوی میں ایک مسجد کو غیر قانونی قرار دے کر کارپوریشن کا عملہ اسے منہدم کرنے پہنچا۔ ہزاروں مسلمانوں نے سڑک پر بیٹھ کر ممکنہ انہدامی کارروائی کی مخالفت کی جس پر وہاں کشیدگی پیدا ہوگئی ہے۔ لیکن یہ مسجد کب تک محفوظ رہے گی کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ اسی سال لکھنؤ کے اکبر نگر کو پوری طرح مسمار کر دیا گیا۔ وہاں بارہ سو سے زائد مکانات تھے اور تقریباً سبھی مسلمانوں کے تھے۔ حکومت کی جانب سے کہا گیا کہ ککریل ریور بیوٹی فکیشن کے لیے اس آبادی کو توڑنا ضروری ہے۔ یہ بھی خوب ہے کہ جہاں مسلمانوں کی آبادی ہوتی ہے وہیں اس قسم کے منصوبے بنائے جاتے ہیں۔ ادھر ہلدوانی میں مسلمانوں کی بہت بڑی آبادی پر اب بھی انہدام کی تلوار لٹکی ہوئی ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ وہ ریلوے کی زمین ہے۔ جس پر مسلمانوں نے قبضہ کر کے مکانات بنا لیے ہیں۔ یہ معاملہ سپریم کورٹ میں زیر التوا ہے۔ یاد رہے کہ بلڈوزر سے مکانوں کو مسمار کرنے کا آغاز 2017 میں اترپردیش سے ہوا جہاں وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ نے ملزموں کے مکانات کو منہدم کرنے کی اپنی دھمکی پر عمل شروع کیا۔ اس کے بعد مدھیہ پردیش، آسام، مہاراشٹر اور ہریانہ وغیرہ بی جے پی اقتدار والی ریاستوں میں بھی بلڈوزر جسٹس شروع ہوگیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بی جے پی کے وزرائے اعلیٰ میں مسلمانوں کی نجی املاک کو غیر قانونی قرار دے کر منہدم کرنے کا مقابلہ چل پڑا ہے۔ دراصل یوگی کی انہدامی کارروائی کے بعد ہندوؤں کے ایک حلقے میں ان کی مقبولیت بڑھ گئی۔ پھر کیا تھا دیگر بی جے پی وزرائے اعلیٰ نے بھی خود کو مقبول بنانے کے لیے بلڈوزر کا سہارا لے لیا۔ اب مدھیہ پردیش کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر موہن یادو ہندوتوا کے نئے برانڈ بننے کے لیے جی توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ انسانی حقوق کے عالمی ادارے ایمنسٹی انٹرنیشنل نے فروری میں اپنی ایک رپورٹ میں کہا تھا کہ بی جے پی اقتدار والی ریاستوں اور عام آدمی پارٹی کی حکومت والی ایک ریاست میں 2022 میں اپریل سے جون کے درمیان مجموعی طور پر 128 تعمیرات کو، جو کہ بیشتر مسلم ملکیت والی تھیں، مسمار کیا گیا۔ اس کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے حق کے لیے آواز اٹھانے کی سزا دی جارہی ہے۔ ہندوستان کی انسانی حقوق کی متعدد تنظیموں کی جانب سے بھی ان کارروائیوں کی مخالفت کی جاتی رہی اور اسے غیر قانونی قرار دے کر حکومت و عدلیہ سے اسے روکنے کی اپیل کی جاتی رہی ہے۔ بلڈوزر کی ان کارروائیوں کو بلڈوزر جسٹس یا بلڈوزر انصاف کا نام دیا گیا۔ جبکہ قانون کی کسی بھی کتاب میں یہ نہیں لکھا ہے کہ کسی ملزم کے مکان کو منہدم کر دیا جائے۔ اس ملک میں ہر جرم کے لیے الگ الگ سزائیں مقرر ہیں اور کسی ایک شخص کے جرم کی سزا اس کے پورے گھر کو نہیں دی جاسکتی۔ لیکن مکان یا دکان منہدم کر کے پورے گھر کو سزا دی جاتی ہے اور اس طرح ایک غیر قانونی کام کیا جاتا ہے۔ جب اس پر بہت زیادہ ہنگامہ ہونے لگا اور سپریم کورٹ میں اس کارروائی کو چیلنج کر دیا گیا تب جا کر عدالت عظمیٰ نے اس پر ایک موقف اختیار کیا اور انہدامی کارروائی کو یکم اکتوبر تک روک دیا لیکن کیا اس کے بعد بھی اس پر روک لگی رہے گی یا سپریم کورٹ جائز عمارتوں کو بلڈوزر سے توڑنے کو غیر قانونی قرار دے گا کہا نہیں جاسکتا۔ جسٹس بی آر گوئی اور کے وی وشوناتھن کی بینچ نے کہا کہ اس کی اجازت کے بغیر نجی املاک کو بلڈوزر سے مسمار نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کسی ملزم کا جرم ثابت بھی ہوجائے تب بھی اس کی املاک کو مسمار نہیں کیا جاسکتا۔ ایسا کرنا قانون پر بلڈوزر چلانا ہے۔ اس سے قبل سپریم کورٹ نے دو ستمبر کو سماعت کرتے ہوئے ضابطے کی پابندی کے بغیر انہدامی کارروائی کو غلط قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ وہ اس سلسلے میں ملک گیر سطح پر رہنما ہدایات جاری کرے گی۔ جبکہ 12 ستمبر کو اس نے کہا تھا کہ کسی شخص کا کسی جرم میں ملوث ہونا اس کی نجی املاک کو مسمار کرنے کی بنیاد نہیں بن سکتا۔ بعض قانونی ماہرین کہتے ہیں کہ ریاستوں کے اپنے بنائے ہوئے قوانین میں ایسی بھی دفعات ہیں جو مخصوص حالات میں تجاوزات کو ہٹا کر املاک کو منضبط کرنے کا اختیار انتظامیہ کو دیتی ہیں۔ وہ اس سلسلے میں مدھیہ پردیش، اترپردیش اور دیگر ریاستوں کے قوانین کی مثال پیش کرتے ہیں۔ تاہم ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر کسی نے ناجائز طریقے سے عمارت تعمیر کی ہے تو اسے پہلے نوٹس دیا جائے، جواب دینے کے لیے وقت دیا جائے اور متبادل رہائش کا انتظام کیا جائے، اس کے بعد ہی انہدامی کارروائی کی جائے۔ انسانی حقوق کے کارکنوں کا کہنا ہے کہ جب کہیں تشدد ہوتا ہے اس کے بعد ہی انتظامیہ کو کیوں یاد آتا ہے کہ فلاں فلاں املاک ناجائز ہیں۔ وہ یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ ایک آبادی میں کوئی ایک ہی مکان کیسے ناجائز ہوسکتا ہے۔ بہرحال دیکھنا یہ ہے کہ سپریم کورٹ آگے کیا کارروائی کرتا ہے اور کیا اترپردیش سے شروع ہونے والا یہ عذاب ختم ہوتا ہے یا نہیں۔

9818195929

مسلمانوں کو غلامی اور محکومی کا شکار کیوں نہیں ہونا چاہیے؟

محمد انعام الحق قاسمی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سنت

کیا مسلمان اس انتہائی متنازعہ اور مقابلہ ذاتی دنیا میں کسی آزادی، تحفظ اور عزت کے مستحق ہیں؟ اس کا جواب ہوگا، شاید، بالکل نہیں! آزادی، سلامتی اور عزت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو اس کے مستحق ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ انتہائی قابل قدر کامیابیاں اور امتیازات ہیں، لہذا لوگوں کو اس کے لئے اہل اور مستحق ہونا ضروری ہے، اور انہیں اس کی قیمت ادا کرنی چاہئے۔ یقیناً مسلمانوں نے ان کا حق ادا نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان پر بمباری کی جاتی ہے، انہیں قتل کیا جاتا ہے، انکی عصمت دری کی جاتی ہے اور ان پر قبضہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں نے وہ طریقے اور وسائل نہیں اختیار کیئے جن سے لوگ عالمی سطح پر باوقار حیثیت کی قیمت ادا کرتے ہیں۔ دشمنوں کے ہاتھوں طرح طرح کے مصائب کا شکار ہونا محض آزادی، سلامتی اور عزت کی قیمت ادا نہ کرنے کی سزائیں۔ وہ لوگ جو ان امتیازات کی قیمت ادا کرنا چاہتے ہیں وہ لوگ اسکی منصوبہ بندی کرتے ہیں اور اس کے لئے بڑی قربانیاں دیتے ہیں۔ ایسا اعزاز ان لوگوں کو کبھی نہیں ملتا جو صرف لنگڑے بطخوں کی طرح زندہ رہتے ہیں، جیسا کہ آج مسلمانوں کی عادت ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس اس دنیا کو چلانے کا اپنا نظام اور طریقہ ہے۔ اور لوگوں کو سزا دینے اور لوگوں کو انعام دینے کا اس کا اپنا قانون اور نظام ہے۔ وہ ان لوگوں کو کبھی انعام نہیں دیتا جو اس کے احکام کی نافرمانی کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز، ماہ رمضان کے روزے، زکوٰۃ اور حج کے علاوہ ہر مسلمان کے لیے دو اور احکام مقرر کیے ہیں۔ [1] سب سے پہلے، انہیں تمام حالات میں متحد رہنا ہوگا اور [2] دوسری بات یہ کہ انہیں دشمنوں کے خلاف ہر وقت جنگ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ یہ ذمہ داریاں قرآنی آیات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ظاہر ہوتی ہیں۔

وحی اور ذمہ داریاں

ایک مسلمان کو اسلام کے بنیادی اصولوں کو سمجھنا اور سیکھنا چاہیے۔ قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے جو بھی احکامات آئے ہیں وہ ہر مسلمان پر واجب ہوجاتے ہیں۔ اور جو بھی ممانعتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں وہ فوری طور پر ہر مسلمان پر حرام ہوجاتی ہیں اور ان احکام کی خلاف ورزی حرام و ناجائز جسے وحی الٰہی اور سنت نبی کے ذریعہ ہمیں پابند بنایا گیا ہے۔ اور جو شخص جان بوجھ کر قرآن کے کسی حکم اور ممانعت کی خلاف ورزی کرے وہ صریح کافر ہوجاتا ہے۔ اس طرح کا لقب حاصل کرنے کے لئے ایک بھی حکم کی خلاف ورزی کافی ہے۔ یہاں تک کہ ابلیس کو بھی شیطان بننے کے لئے ایک سے زیادہ نافرمانی کی ضرورت نہیں تھی۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی کوئی بھی مقدار اس حقیر اور ذلت آمیز صفت کو ختم نہیں کرسکتی۔ یہ اسلام کی سب سے بنیادی تعلیمات ہیں۔ پس جو لوگ اتحاد اور جنگ کی تیاری کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، کیا وہ اسلام کے سچے پیروکار ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ کیا وہ اس کی رحمت اور مدد کے مستحق ہیں؟

اتحاد قائم کرنے کا حکم اور تفرقہ سے دور رہنے کا حکم سورہ آل عمران کی آیت نمبر 103 میں آیا ہے۔ حکم دیا گیا ہے: ”اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو“۔ کیا کوئی مسلمان کبھی اپنے خالق کے ایسے واضح حکم کی نافرمانی کے بارے میں سوچ سکتا ہے؟ کسی بھی نافرمانی کا بھاری اور بھیانک نتیجہ نکلتا ہے۔ مخالفت کی صورت میں عظیم سزا کا وعدہ اسی سورہ آل عمران کی آیت 105 میں آیا ہے: ”ان لوگوں کی طرح مت ہو جو متفرق ہو گئے بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح احکام آئے انہوں نے اختلاف کیا اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے“۔ اور جنگ کے لیے تیار رہنے کا حکم سورہ انفال کی آیت ۶۰ میں آیا ہے: ”اور ان سے لڑنے کے لیے جو کچھ (سپاہیانہ) قوت سے پلے ہوئے گھوڑوں سے جمع کرسکو سو تیار رکھو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے ہیبت پڑے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کروگے تمہیں (اس کا ثواب) پورا ملے گا اور تم سے بے انصافی نہیں ہوگی“۔

مسلمانوں کی نافرمانی

لیکن مسلمان دونوں محاذوں پر بری طرح ناکام رہے۔ وہ دونوں احکام کے خلاف نافرمانی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اتحاد کرنے کے بجائے وہ تقسیم ہوگئے اور اب اپنی تقسیم کا جشن مناتے ہیں۔ اور جنگ کے لیے تیار رہنے کے بجائے وہ فوری ہتھیار ڈالنے اور دشمنوں کو آقاؤں کے طور پر گلے لگانے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسرائیل کو تسلیم کیا جاتا ہے اور مسلم دنیا میں بہت سے مسلم دوست ممالک سے دشمنی کی جارہی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی سنت کے خلاف کبھی نہیں جاتا۔ اس کا اجر صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو اس کے اہل ہیں۔ لہٰذا، اس کے اپنے نبی ﷺ کو جنگ لڑنے اور یہاں تک کہ جنگ کے میدان میں زخمی ہونے کے لیے اپنی پوری صلاحیت خرچ کرنے کی ضرورت پر بہت زیادہ زور دیا۔ اور ان کے آدھے سے زیادہ اصحابؓ کو اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑا۔ لیکن آج کے مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل نہیں کرتے۔ وہ خام خیالی میں ہیں کہ دشمنوں کے خلاف انکی فتح صرف ان کی دعاؤں کی قبولیت کے ساتھ ہوجائے گی۔

یہودیوں اور ہندوؤں سے سبق

مسلمانوں کو اسرائیلی یہودیوں اور بھارتی ہندوؤں سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔ ہر اسرائیلی یہودی ہر سیکنڈ کے لیے جنگ کے لیے تیار رہتا ہے۔ انہوں نے اپنے آپ کو بہترین معیار کے ہتھیاروں سے لیس کیا ہے۔ ان کے پاس جوہری ہتھیار ہیں۔ لیکن عرب بندوقیں اور گولیاں تک بنانا نہیں جانتے۔ وہ جنگ کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ زیادہ تر عرب صرف پرتعیش شہروں کی تعمیر اور زندگی سے لطف اندوز ہونے میں مصروف ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہر مسلمان جنگ لڑنا جانتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی کے پاس ہر وقت جنگ کی تیاری تھی۔ ایک بھی ساتھی جنگ سے باز نہیں آیا۔ جنگ کے پیچھے رہنے والوں کو مسلمان نہیں بلکہ منافق قرار دیا گیا۔ ان کے پاس اعلیٰ معیار کی تلواریں، ڈھالیں، تیر اور اپنے گھوڑے تھے۔ یہاں تک کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بہت سی تلواریں اور ڈھالیں تھیں۔ لیکن کتنے مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کرتے ہیں؟ جبکہ یہ صرف سنت ہی نہیں بلکہ سورہ انفال کی مذکورہ بالا آیت 60 کے مطابق قرآنی فریضہ اور حکم ہے۔

دوسری طرف، ہر اسرائیلی جانتا ہے کہ جنگ کیسے لڑنی ہے۔ ہر اسرائیلی مرد کم از کم 2 سال اور 8 ماہ فوج میں خدمات انجام دیتا ہے۔ کچھ مردوں کو 3 سال کی خدمت کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہر عورت کم از کم 2 سال تک فوج میں خدمات انجام دیتی ہے۔ لیکن کتنے مسلمانوں کو جنگ لڑنے کی تربیت دی جاتی ہے؟ ان میں سے کتنے لوگ کبھی مسلم فوج میں خدمات انجام دے چکے ہیں؟

یہاں تک کہ بھارتی ہندو بھی جنگی تیاری اور جنگی سرمایہ کاری کے معاملے میں مسلمانوں سے کہیں زیادہ بہتر ہیں۔ بھارت کی فی کس آمدنی بہت سے اسلامی اور عرب ممالک کے مقابلے میں 20 فیصد بھی نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے دنیا کی سب سے مضبوط افواج میں سے ایک مضبوط فوج تشکیل دی۔ بھارت کے پاس جوہری ہتھیار اور جدید میزائل ٹیکنالوجی ہے۔ لیکن تمام دولت اور اسکی بہتات کے باوجود کسی بھی عرب ملک کے پاس مضبوط فوج نہیں ہے۔ بھارتی حکومت بھی لوگوں کی آسائش اور آرام کو بڑھانے کے لئے زیادہ رقم خرچ کر سکتی ہے۔ لیکن انہوں نے سب سے پہلے اپنی آزادی اور عزت کی حفاظت کو ترجیح دی۔

لیکن عرب مسلمان اس کے برعکس نظر آتے ہیں۔ اپنی بے پناہ دولت اور افرادی قوت کے باوجود، وہ اسرائیلی حملے کے خلاف ضروری روک تھام کرنے میں ناکام رہے۔ کوئی بھی عرب ملک اپنے عوام کو بنیادی انسانی اور جمہوری حقوق نہیں دے سکا۔ تمام عرب ممالک پر ظالم حکمرانوں کی حکومت و بادشاہت ہے۔ اہلیت اور قابلیت کے حامل لوگوں کو اپنے ملک کی خدمت کرنے کے لئے بھی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا وہ ملک چھوڑنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

ہر عرب ملک ایک کھلا ہوا جیل و قید خانہ ہے۔ اور ان ملکوں کے حکمران جیل سپرنٹنڈنٹ سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔ اور جیل کے قیدی چاہے ان کی تعداد کچھ بھی ہو، ریاست یا امت کو کوئی طاقت نہیں دے سکتے۔ لہٰذا 400 ملین عرب مسلمان، اسرائیل کے 70 لاکھ یہودیوں کے سامنے بے بس اور یرغمال نظر آتے ہیں۔ اس سے بڑی ذلت اور کیا ہوسکتی ہے۔ وہ اس کے لئے صرف اپنے آپ کو مورد الزام ٹھہرا سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بھی ان لوگوں کی مدد نہیں کرتا جو خود اپنی مدد نہیں کرتے۔

یہودی دنیا بھر میں مختلف ممالک میں بکھرے ہوئے تھے۔ لیکن وہ اسرائیل کی سرزمین پر متحد ہوگئے۔ وہ روس، پولینڈ، جرمنی، فرانس، یوکرین، امریکہ، مشرق وسطیٰ، ایران، امریکہ اور کئی دیگر ممالک سے اسرائیل آئے تھے۔ وہ ایک دوسرے کی زبان اور ثقافت سے واقف نہیں تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے اتحاد کو مضبوط کیا۔

بھارت میں ہندوؤں نے بھی اپنی قابلیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ بھارت میں سو سے زیادہ زبانیں اور نسلیں ہیں۔ لیکن وہ ایک متحدہ جغرافیائی سیاسی اکائی کے تحت متحد ہیں۔ لیکن عرب مسلمان ایک ہی نسل، ایک ہی زبان، ایک ہی مذہب اور ایک ہی جغرافیہ کے باوجود 22 ریاستوں میں تقسیم ہیں۔ اور امت مسلمہ 50 سے زائد ریاستوں میں منقسم ہے۔

سزا کا انتظار

یہودی اور ہندو اپنے اتحاد کا جشن مناتے ہیں۔ لیکن مسلمان اپنی تقسیم کا جشن مناتے ہیں۔ انہوں نے نسل، زبان اور جغرافیہ کے نام پر اپنی قومی یا ذیلی قومی سرحدوں کو مضبوط کیا ہے۔ ان کے درمیان امت مسلمہ کے تصور کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ امت مسلمہ کو 50 سے زائد ریاستوں میں تقسیم کرنا اور عرب سرزمین کو 22 ریاستوں میں تقسیم کرنا درحقیقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قرآنی حکم برائے اتحاد کے خلاف سراسر بے عزتی اور سرکشی کا مظہر ہے۔

لہٰذا مسلمان اس سزا کے مستحق ہیں جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیت 105 میں وعدہ کیا گیا ہے۔

بعض اوقات اللہ سبحانہ و تعالیٰ عذاب دینے کے لیے شیطانوں کو تعینات کر دیتا ہے۔ درحقیقت اسرائیل اور اس کے مغربی آقا سزا دینے کے لیے آس پاس موجود ہیں۔ عراق، شام، فلسطین، لبنان، سوڈان اور لیبیا پہلے ہی سزا کے اپنے حصے کا مزہ چکھ چکے ہیں اور ابھی اس عذاب کا سلسلہ جاری ہے۔ دوسرے عرب و مسلم ممالک قطار میں کھڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سزا دینے میں کبھی ناکام نہیں ہوتا جو اس کے حکم کے خلاف نافرمانی کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں نے پہلے ہی اس مخالفت کا کافی مظاہرہ کیا ہے۔ واللہ المستعان۔

وضاحت: اِس شمارے میں شامل اشاعت، مضامین، تبصروں وغیرہ سے اِدارے کا کلی یا جُزوی طور متفق ہونا لازمی نہیں۔۔۔۔ اِدارہ
کالم نویس/قلمکار اپنے کالم/مراسلے lazawaljammu@gmail.com پر ارسال کریں